بسم اللہ الرحمن الرحیم

۱۸ ذی الحجہ یوم وصال خلیفہ ثالث کی مناسبت سے

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

جمع وترتیب

محمد عبید اللہ خان قاسمی

بزم خطباء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا. مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْكَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا. اَمَّا بَعْدُ:

قال اللہ تعالیٰ فی القرآن المجید والفرقان الحمید:

أعوذ باللہ من الشیطان الرجیم. بسم اللہ الرحمن الرحیم:

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِھِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِیْنَۃَ عَلَیْھِمْ وَ اَثَابَھُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا (الفتح:۱۸)

ترجمہ: مسلمان جب درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے تو اللہ ان سے خوش ہوئے اور ان کے دلوں میں جو (جذبات) ہیں، اللہ نے انھیں جان لیا، پھر ان کو اطمینانِ قلب عطا فرمایا اور ان کو ایک قریبی فتح کے انعام سے نوازا۔

فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنتُم بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوا (البقرۃ:۱۳۷)

اگر تم ایمان اس طرح لاؤ جیسا کہ ایمان صحابہ کرام لائے ہیں تو تحقیق تم فلاح پا جاؤ گے۔

تمہید

انبیاء کرام کے بعد صحابہ کرام کی مقدس جماعت تمام مخلوق سے افضل اور اعلیٰ ہے یہ عظمت اور فضیلت صرف صحابہ کرام کو ہی حاصل ہے کہ اللہ نے انھیں دنیا میں ہی مغفرت، جنت اور اپنی رضا کی ضمانت دی ہے بہت سی قرآنی آیات اور احادیث اس پر شاہد

ہیں، صحابہ کرام سے محبت اور نبی کریم ﷺ نے احادیث مبارکہ میں جوان کی افضلیت بیان کی ہے ان کو تسلیم کرنا ایمان کا حصہ ہے، بصورت دیگر ایمان ناقص ہے، یہ دین چونکہ ہمارے پاس انھیں کے واسطے سے پہنچا ہے اس لیے وہ ہمارے ماں باپ سے زیادہ ہمارے محسن ہیں، نبی ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا: لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي، فَلَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا، مَا بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيفَهُ، میرے صحابہ کو برا نہ کہو اس لیے کہ اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تو ان کے ایک مد اور اس کے آدھے کے برابر نہیں ہو سکتا۔ (بخاری: ۳۶۷۳)

تمام صحابہ فضیلت میں ایک درجہ کے نہیں بلکہ وہ فضیلت میں ایک دوسرے سے بڑھ کر ہیں قرآن میں ہے: لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ ۚ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوا ۚ وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ، تم میں سے جن لوگوں نے فتح مکہ سے پہلے خرچ کیا اور جہاد کیا، وہ (دوسرے مسلمانوں کے) برابر نہیں، ان کا درجہ بعد میں خرچ کرنے اور جہاد کرنے والوں سے بڑھا ہوا ہے، اور (البتہ) اللہ نے سبھوں سے بہتر (انجام) کا وعدہ فرمایا ہے۔ (الحدید: ۱۰)

یہ بھی ارشاد فرمایا: وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ، اللہ مہاجرین وانصار میں سے سبقت اور پہل کرنے والے اور اخلاص کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والوں سے راضی ہوئیں اور وہ لوگ بھی اللہ سے راضی ہیں، اللہ نے ان کے لئے ایسے باغات تیار کئے ہیں، جن کے نیچے نہریں بہتی رہیں گی، وہ ہمیشہ ہمیش اسی میں رہیں گے، یہی بڑی کامیابی ہے۔ (التوبہ: ۱۰۰) خلاصہ یہ کہ سارے صحابہ فضیلت کے حامل ہیں اور ان میں آپس میں فرق مراتب ہے۔

شرف صحابیت کوئی معمولی چیز نہیں، اس شرف کے لیے اللہ رب العزت نے انھیں منتخب فرمایا، نبی ﷺ نے اس کے بارے میں ارشاد فرمایا: إِنَّ اللهَ اخْتَارَ أَصْحَابِي عَلَى الْعَالَمِينَ، سِوَى النَّبِيِّينَ وَالْمُرْسَلِينَ، وَاخْتَارَ لِي مِنْ أَصْحَابِي أَرْبَعَةً، يَعْنِي: أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِيًّا، فَجَعَلَهُمْ مِنْ أَصْحَابِي، وَقَالَ فِي أَصْحَابِي: كُلُّهُمْ خَيْرٌ، اللہ رب العزت نے نبیوں اور رسولوں کے بعد ساری دنیا سے میرے صحابہ کو منتخب فرمایا، پھر میرے صحابہ میں سے چار یعنی ابوبکر عمر عثمان علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو چنا، اور ان کو میرا خصوصی یار بنایا، اور فرمایا میرے سارے صحابہ میں خیر ہے۔ (مجمع الزوائد: ۱۰ / ۱۸)

صحابہ کا تذکرہ کثرت سے کرنا چاہیے، اس لیے بھی ان عظیم ہستیوں کی تعریف کرنا کار خیر ہے کہ قرآن کریم نے ان مقدس انسانوں کے ایمان کو بعد میں آنے والے انسانوں کے لیے معیار اور پیمانہ بنایا ہے۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے: فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوْا (البقرۃ: ۱۳۷) یعنی اگر تم ایمان اس طرح لاؤ جیسا کہ ایمان صحابہ کرام لائے ہیں تو تحقیق تم فلاح پا جاؤ گے، اس لحاظ سے بھی صحابہ کرام کا ذکر کرنا ضروری ہے، تاکہ امت محمدیہ ان کے مقام اور مرتبہ کو سمجھے اور ان کے مطابق ایمان بنانے کی کوشش کرے۔

جماعتِ صحابہ میں سے خاص طور پر وہ ہستیاں جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اس امت کی زمامِ اقتدار، امارت، قیادت اور سیادت کی ذمہ داری سنبھالی، اور امور دنیا اور نظامِ حکومت چلانے کے لیے ان کے اجتہادات اور فیصلوں کو شریعتِ اسلامی میں ایک قانونی دستاویز کی حیثیت حاصل ہے، جنھیں خلفائے راشدین کہا جاتا ہے، ان کا مقام ومرتبہ سب سے اعلیٰ ہے۔

خلفائے راشدین کی سیرت امت کے لیے ایک عظیم خزانہ ہے، اس میں بڑے لوگوں کے تجربات ہیں مشاہدات ہیں خبریں ہیں امت کے عروج اور غلبہ کی تاریخ ہے اس کے مطالعہ سے ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ کن کن موقعوں پر اہل حق کو عروج اور ترقی ملی، اس کے اسباب جاننے اور جانچنے کا موقع ملتا ہے، اسی طرح تصویر کا دوسرا رخ بھی نظر آتا ہے کہ کن مواقع پر امت ذلت اور پستی کا شکار ہوئی اور اس کے اسباب کیا تھے، ہمیں اپنی عظمت رفتہ اور مرتبے کو حاصل کرنے کے لیے قرون اولیٰ کی تاریخ کو اپنانے کی ضرورت ہے، اس زمانے کے تمام حالات ہمیں معلوم ہونے چاہیے، ان کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: إنه من يعشْ منكم يرَ اختلافًا كثيرًا، وإياكم ومحدثاتِ الأمورِ، فإنها ضلالةٌ فمن أدرك ذلك منكم فعليه بسنَّتي وسنةِ الخلفاءِ الراشدِين المهديِّين عَضوا عليها بالنواجذِ وإياكم ومحدَثاتِ الأمورِ؛ فإنَّ كلَّ بدعةٍ ضلالةٌ، تم میں سے جو شخص زندہ رہے گا بہت سارے اختلاف دیکھے گا، اور دین میں نئی چیزوں کے ایجاد کرنے سے بچو، کیوں کہ وہ گمراہی ہے، تو جس نے تم میں سے اس کو پایا تو اسے چاہیے کہ میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت کو مضبوطی سے پکڑے، اور اسے دانتوں سے مضبوط تھامے، اور دین میں نئی چیزوں کے ایجاد کرنے سے بچو، کیوں کہ ہر بدعت گمراہی ہے۔

یہ خلفائے راشدین کا مقام ومرتبہ ہے، اسی مناسبت سے خلفائے راشدین کی سیرت کو بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

ذی الحجہ اور محرم یہ دو مہینے اسلامی تاریخ میں قربانی کے اعتبار سے بہت اہم حیثیت رکھتے ہیں، ایک طرف جہاں حضرت اسمعیل علیہ السلام کی عظیم قربانی ہے تو دوسری طرف نواسۂ رسول حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی عظیم شہادت، ان دونوں کے درمیان میں ایک اور عظیم قربانی اور شہادت ہے، جس سے اکثر مسلمان ناواقف ہیں، اور وہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کی ۱۸ ذی الحجہ کو مظلومانہ شہادت ہے۔

اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کی مختصر سیرت کا تذکرہ کیا جائے۔

نام ونسب، خاندان

عثمان نام، ابوعبداللہ اور ابوعمر کنیت، ذوالنورین لقب، والد کا نام عفان، والدہ کا نام اروی تھا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا سلسلہ پانچویں پشت میں عبد مناف پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نانی بیضا ام الحکیم حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کی سگی بہن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی تھیں اس لیے وہ ماں کی طرف سے حضرت سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے قریشی رشتہ

دار ہیں، (فتح الباری کتاب المناقب)

آپ کو ذوالنورین (دونوں نوروں والا) اس لیے کہا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے ان کے نکاح میں آئیں۔

حضرت عثمانؓ کا خاندان ایام جاہلیت میں غیر معمولی وقعت واقتدار رکھتا تھا، آپ کے جد اعلیٰ امیہ بن عبد شمس قریش کے رئیسوں میں تھے، خلفائے بنوامیہ اسی امیہ بن عبد شمس کی طرف سے منسوب ہو کر امویین کے نام سے مشہور ہیں، حضرت عثمانؓ کا خاندان شرافت، ریاست اور غزوات کے لحاظ سے عرب میں نہایت ممتاز تھا اور بنو ہاشم کے سوا دوسرا خاندان اس کا ہمسر نہ تھا۔

حضرت عثمانؓ واقعہ فیل کے چھٹے سال یعنی ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ۴۷ برس قبل پیدا ہوئے، بچپن اور سن رشد کے حالات پردہ خفا میں ہیں؛ لیکن قرآئن سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے عام اہل عرب کے خلاف اسی زمانہ میں لکھنا پڑھنا سیکھ لیا تھا، عہد شباب کا آغاز ہوا تو تجارتی کاروبار میں مشغول ہوئے اور اپنی صداقت، دیانت اور راست بازی کے باعث غیر معمولی فروغ حاصل کیا۔

اسلام

حضرت عثمانؓ کا چونتیسواں سال تھا کہ مکہ میں توحید کی صدا بلند ہوئی، ملکی رسم ورواج اور عرب کے مذہبی تخیل کے لحاظ سے حضرت عثمانؓ کے لئے یہ آواز نامانوس تھی، تاہم وہ اپنی فطری عفت، پارسائی، دیانتداری اور راستبازی کے باعث اس داعئ حق کو لبیک کہنے کے لیے بالکل تیار تھے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ ایمان لائے تو انہوں نے دین مبین کی تبلیغ واشاعت کو اپنا نصب العین قرار دیا اور اپنے حلقہ احباب میں تلقین وہدایت کا کام شروع کیا، ایام جاہلیت میں ان سے اور حضرت عثمانؓ سے تعلق تھا اور اکثر نہایت مخلصانہ صحبت رہتی تھی، ایک روز وہ حسب معمول حضرت ابوبکر صدیق کے پاس آئے اور اسلام کے متعلق گفتگو شروع کی، حضرت ابوبکر صدیقؓ کی گفتگو سے آپ اتنے متاثر ہوئے کہ بارگاہ نبوت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کرنے پر آمادہ ہو گئے، ابھی دونوں بزرگ جانے کا خیال ہی کر رہے تھے کہ خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور حضرت عثمانؓ کو دیکھ کر فرمایا: عثمان! خدا کی جنت قبول کر، میں تیری اور تمام خلق کی ہدایت کے لیے مبعوث ہوا ہوں، حضرت عثمانؓ کا بیان ہے کہ زبان نبوت کے ان سادہ وصاف جملوں میں خدا جانے کیا تاثیر بھری تھی کہ میں بے اختیار کلمہ شہادت پڑھنے لگا اور دست مبارک میں ہاتھ دیکر حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔ (اصابہ جلد ۸)

شادی

قبول اسلام کے بعد حضرت عثمانؓ کو وہ شرف حاصل ہوا جوان کی کتاب منقبت کا سب سے درخشاں باب ہے، یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی فرزندی میں قبول فرمایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی منجھلی صاحبزادی رقیہؓ کا نکاح پہلے ابولہب کے بیٹے عتبہ سے

ہوا تھا مگر اسلام کے بعد عتبہ کے باپ ابولہب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنی عداوت ہوگئی تھی کہ اس نے اپنے بیٹے پر دباؤ ڈال کر طلاق دلوادی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صاحبزادی کا دوسرا نکاح حضرت عثمانؓ سے کردیا۔

حبشہ کی ہجرت

مکہ میں اسلام کی روز افزوں ترقی سے مشرکین قریش کے غیظ وغضب کی آگ روز بروز زیادہ مشتعل ہوتی جاتی تھی، حضرت عثمانؓ بھی اپنی وجاہت اور خاندانی عزت کے باوجود عام بلا کشان اسلام کی طرح جفا کاروں کے ظلم وستم کا نشانہ تھے، ان کو خود ان کے چچا نے باندھ کر مارا، اعزہ واقارب نے سردمہری شروع کی اور رفتہ رفتہ ان کی سخت گیری اور جفا کاری یہاں تک بڑھی کہ وہ ان کی برداشت سے باہر ہوگئی اور بالآخر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ سے اپنی اہلیہ محترمہ حضرت رقیہؓ کو ساتھ لے کر ملک حبش کی طرف روانہ ہوگئے؛ چنانچہ یہ پہلا قافلہ تھا جو حق وصداقت کی محبت میں وطن اور اہل وطن کو چھوڑ کر جلاوطن ہوا۔

ہجرت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا کچھ حال معلوم نہ ہوسکا اس لیے پریشان تھے، ایک روز ایک عورت نے خبر دی کہ اس نے ان دونوں کو دیکھا تھا اتنا معلوم ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان عثمان اول من ھاجر باھله من ھذہ الامة. (اصابہ جلد ۸ تذکرۂ رقیہؓ) یعنی اس میری امت میں عثمانؓ پہلا شخص ہے جو اپنے اہل وعیال کو لے کر ہجرت کی۔

حضرت عثمانؓ اس ملک میں چند سال رہے، اس کے بعد جب بعض اور صحابہؓ قریش کے اسلام کی غلط خبر پاکر اپنے وطن واپس آئے تو حضرت عثمانؓ بھی آگئے، یہاں آکر معلوم ہوا کہ یہ خبر جھوٹی ہے، اس بنا پر بعض صحابہ پھر ملک حبش کی طرف لوٹ گئے، مگر حضرت عثمان پھر نہ گئے۔

مدینہ کی طرف ہجرت

اسی اثنا میں مدینہ کی ہجرت کا سامان پیدا ہوگیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تمام اصحاب کو مدینہ کی ہجرت کا حکم فرمایا، تو حضرت عثمانؓ بھی اپنے اہل وعیال کے ساتھ مدینہ تشریف لے گئے اور حضرت اوس بن ثابتؓ کے مہمان ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں اور حضرت اوس بن ثابتؓ میں برادری قائم کردی۔ (طبقات قسم اول جز ۳: ۳۸)

اس مواخات سے دونوں خاندانوں میں جس قدر محبت اور یگانگت پیدا ہوگئی تھی اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت پر حضرت حسان بن ثابتؓ تمام عمر سوگوار رہے اور ان کا نہایت پر درد مرثیہ لکھا۔

بیر رومہ کی خریداری

مدینہ آنے کے بعد مہاجرین کو پانی کی سخت تکلیف تھی تمام شہر میں صرف بیر رومہ ایک کنواں تھا جس کا پانی پینے کے لائق تھا؛لیکن اس کا مالک ایک یہودی تھا اور اس نے اس کو ذریعہ معاش بنا رکھا تھا،حضرت عثمانؓ نے اس عام مصیبت کو دفع کرنے کے لئے اس کنوئیں کو خرید کر وقف کردینا چاہا،سعی بلیغ کے بعد یہودی صرف نصف حق فروخت کرنے پر راضی ہوا،حضرت عثمانؓ نے بارہ ہزار درہم میں نصف کنواں خرید لیا اور شرط یہ قرار پائی کہ ایک دن حضرت عثمان کی باری ہوگی اور دوسرے دن اس یہودی کے لئے یہ کنواں مخصوص رہے گا۔

جس روز حضرت عثمانؓ کی باری ہوتی تھی اس روز مسلمان اس قدر پانی بھر کر رکھ لیتے تھے کہ دو دن تک کے لیے کافی ہوتا تھا،یہودی نے دیکھا کہ اب اس سے کچھ نفع نہیں ہوسکتا تو وہ بقیہ نصف بھی فروخت کرنے پر راضی ہوگیا،حضرت عثمانؓ نے آٹھ ہزار درہم میں اس کو خرید کر عام مسلمانوں کے لیے وقف کردیا،اس طرح اسلام میں حضرت عثمانؓ کی سخاوت کا یہ پہلا واقعہ تھا،جس نے توحید کے تشنہ لبوں کو سیراب کیا۔

اخلاق

حضرت عثمانؓ فطرتاً عفیف،پارسا،دیانت دار اور راست باز تھے حیا اور رحمدلی ان کی خاص شان تھی،ایام جاہلیت میں جبکہ عرب کا ہر بچہ مست شراب تھا،اس وقت بھی عثمان ذوالنورینؓ کی زبان بادۂ گلگوں کے ذائقہ سے ناآشنا تھی۔(کنز العمال جلد ۶:۳۷۲)
اور جب کذب وافتراء فسق وفجور عالمگیر تھا،آپ کا دامن ان دھبوں سے آلودہ نہیں ہوا،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نے ان اوصاف کو اور بھی چمکا دیا تھا۔

خوف خدا

خوف خدا تمام محاسن کا سرچشمہ ہے جو دل خدا کی ہیبت وجلال سے لرزاں نہیں،اس سے کسی نیکی کی امید نہیں ہوسکتی،حضرت عثمانؓ اکثر خوف خداوندی سے آبدیدہ رہتے،موت،قبر اور عاقبت کا خیال ہمیشہ دامن گیر رہتا،سامنے سے جنازہ گزرتا تو کھڑے ہوجاتے اور بے اختیار آنکھوں سے آنسو نکل آتے،مقبروں سے گزرتے تو اس قدر روتے کہ ڈاڑھی تر ہوجاتی،لوگ کہتے کہ دوزخ وجنت کے تذکروں سے تو آپ پر اس قدر رقت طاری نہیں ہوتی،آخر مقبروں میں کیا خاص بات ہے کہ انہیں دیکھ کر آپ بے قرار ہوجاتے ہیں؟ فرماتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قبر آخرت کی سب سے پہلی منزل ہے،اگر یہ معاملہ آسانی سے طئے ہوگیا تو پھر

تمام منزلیں آسان ہیں اور اگر اس میں دشواری پیش آئی تو تمام مرحلے دشوار ہوں گے۔

حب رسول

حضرت عثمانؓ تقریباً تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہے اور آپ پر فدویت وجانثاری کا حق ادا کیا، آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک کے ساتھ اتنی محبت وشیفتگی تھی کہ اپنے محبوب آقا کی فقیرانہ اور زاہدانہ زندگی دیکھ کر بے قرار رہتے تھے اور جب موقع ملا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تحائف پیش کرتے، ایک دفعہ چار دن تک آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فقروفاقہ سے بسر کیا، حضرت عثمانؓ کو معلوم ہوا تو آنکھوں سے آنسو نکل آئے اور اسی وقت بہت سا سامان خوردونوش اور تین سو درہم لاکر بطور نذرانہ پیش کئے۔(کنز العمال ج ٦:٦ ٧ ٣)

احترام رسول صلی اللہ علیہ وسلم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب واحترام اس قدر ملحوظ تھا کہ جس ہاتھ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی تھی، پھر اس کو نجاست یا محل نجاست سے مس نہ ہونے دیا، (ایضاً) اہل بیت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور ازواج مطہراتؓ کا خاص طور سے پاس وخیال تھا؛ چنانچہ اپنے عہد خلافت میں جب اصحاب وظائف کے رمضان کے روزینے مقرر کئے تو ازواج مطہراتؓ کا روزینہ سب سے دونا مقرر کیا۔

اتباع سنت

جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک سے اس محبت وارادت کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ اپنے ہر قول وفعل یہاں تک کہ حرکات وسکنات اور اتفاقی باتوں میں بھی محبوب آقا کی اتباع کو پیش نظر رکھتے تھے، ایک دفعہ وضو کرتے ہوئے متبسم ہوئے، لوگوں نے بے موقع تبسم کی وجہ پوچھی فرمایا: میں نے ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (روحی فداہ) کو اسی طرح وضو کرکے ہنستے ہوئے دیکھا تھا، (طبری ص ٢٨٠٤) ایک دفعہ سامنے سے جنازہ گزرا تو کھڑے ہوگئے اور فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے (مسند ابن حنبل ج ١: ٥٨) ایک دفعہ عصر کے وقت سب کے سامنے وضو کرکے دکھایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح وضو فرمایا کرتے تھے، ایک بار مسجد کے دوسرے دروازہ پر بیٹھ کر بکری کا پٹھا منگوایا اور کھایا اور بغیر تازہ وضو کئے ہوئے نماز کو کھڑے

ہو گئے، پھر فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی جگہ بیٹھ کر کھایا تھا اور اسی طرح کیا تھا، حج کے موقع پر آپ اور ایک صحابی طواف کر رہے تھے، طواف میں انہوں نے رکن یماق کا بھی بوسہ لیا، حضرت عثمانؓ نے ایسا نہیں کیا تو انہوں نے ان کا ہاتھ پکڑ کر اس کا استلام کرانا چاہا، حضرت عثمانؓ نے کہا یہ کیا کرتے ہو؟ کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ طواف نہیں کیا؟ انہوں نے کہا، ہاں! کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا استلام کرتے تم نے دیکھا؟ کہا نہیں! فرمایا، پھر کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء مناسب نہیں؟ انہوں نے جواب دیا بے شک۔ (مسند ابن حنبل ج ۱: ۷۰، ۷۱)

حیاء

شرم وحیاء حضرت عثمانؓ کا امتیازی وصف تھا، اس لئے مؤرخین نے ان کے اخلاق وعادات کے بیان میں حیاء کا مستقل عنوان قائم کیا، آپ میں اس درجہ شرم وحیاء تھی کہ خود حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم اس حیا کا پاس ولحاظ رکھتے تھے، ایک دفعہ صحابہ کرامؓ کا مجمع تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بے تکلفی کے ساتھ تشریف فرما تھے، زانوئے مبارک کا کچھ حصہ کھلا ہوا تھا، اسی حالت میں حضرت عثمانؓ کے آنے کی اطلاع ملی تو سنبھل کر بیٹھ گئے اور زانوئے مبارک پر کپڑا برابر کر لیا، لوگوں نے حضرت عثمان کے لیے اس اہتمام کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ عثمانؓ کی حیاء سے فرشتے بھی شرماتے ہیں، (بخاری مناقب حضرت عثمانؓ) اسی قسم کا ایک اور واقعہ حضرت عائشہؓ بھی بیان فرماتی ہیں، (مسند ابن حنبل ج ۱: ۷۱) حضرت ذوالنورینؓ کی حیا کا یہ عالم تھا کہ تنہائی اور بند کمرے میں بھی وہ برہنہ نہیں ہوتے تھے۔

زہد

حضرت عثمانؓ اگرچہ اپنی خلقی ناتوانی اور ضعف پیری کے باعث اور کسی قدر اس سبب سے کہ انہوں نے ناز ونعمت میں پرورش پائی تھی، ہلکی غذا اور نرم پوشاک استعمال کرنے پر مجبور تھے اور فاروق اعظمؓ کی طرح موٹا چھوٹا کپڑا اور روکھا پھیکا نہیں کھا سکتے تھے؛ لیکن اس سے یہ قیاس نہیں کرنا چاہئے کہ آپ عیش وتنعم کے گرویدہ تھے؛ بلکہ انہوں نے باوجود غیر معمولی دولت وثروت کے کبھی امیرانہ زندگی اختیار نہیں فرمائی اور نہ کبھی صرف زیب وزینت کی چیزیں استعمال کیں، ''قز'' ایک خوش وضع رومی کپڑا تھا جو عرب کا مطبوع عام لباس تھا، امراء تو امراء متوسط درجہ کے لوگ بھی اس کو پہننے لگے تھے؛ لیکن حضرت عثمانؓ نے کبھی اس کو استعمال نہ فرمایا اور نہ اپنی بیویوں کو استعمال کرنے دیا۔

تواضع

تواضع اور سادگی کا یہ حال تھا کہ گھر میں بیسیوں لونڈی اور غلام موجود تھے؛ لیکن اپنا کام آپ ہی کر لیتے تھے اور کسی کو تکلیف نہ دیتے، رات کو تہجد کے لئے اٹھتے اور کوئی بیدار نہ ہوتا تو خود ہی وضو کا سامان کر لیتے اور کسی کو جگا کر اس کی نیند خراب نہ فرماتے، اگر کوئی

درشت کلامی کرتا تو آپ نرمی سے جواب دیتے، ایک دفعہ عمرو بن العاص نے اثنائے گفتگو میں حضرت عثمانؓ کے والد کی شرافت پر طعنہ زنی کی، حضرت عثمانؓ نے نرمی سے جواب دیا کہ عہد اسلام میں زمانہ جاہلیت کا کیا تذکرہ ہے، (طبری ص ۲۹۶۶) اسی طرح ایک دفعہ جمعہ کے روز منبر پر خطبہ دے رہے تھے کہ ایک طرف سے آواز آئی، عثمان توبہ کر اور اپنی بے اعتدالیوں سے باز آ، حضرت عثمانؓ نے اسی وقت قبلہ رخ ہو کر ہاتھ اٹھایا اور کہا: اللھم انی اول تائب تاب الیك" یعنی اے خدا میں پہلا توبہ کرنے والا ہوں جس نے تیری درسگاہ میں رجوع کیا۔"

ایثار

آپ نے مسلمانوں کے مال میں ہمیشہ ایثار سے کام لیا؛ چنانچہ اپنے زمانہ خلافت میں ذاتی مصارف کے لئے بیت المال سے ایک حبہ نہیں لیا، اور اس طرح گویا اپنا مقررہ وظیفہ عام مسلمانوں کے لئے چھوڑ دیا۔

حضرت عمرؓ کا سالانہ وظیفہ پانچ ہزار درہم تھا، اس حساب سے حضرت عثمانؓ نے اپنے دوازدہ سالہ مدت خلافت میں ساٹھ ہزار درہم کی گراں قدر رقم مسلمانوں کے لئے چھوڑی، جو درحقیقت ایثار نفس کا نمونہ ہے۔

فیاضی

حضرت عثمانؓ عرب میں سب سے زیادہ دولت مند تھے، اس کے ساتھ خدا نے فیاضی طبع بھی بنا دیا تھا؛ چنانچہ انہوں نے اپنی فیاضی، اپنے مال ودولت سے اس وقت اسلام کو فائدہ پہنچایا جب اس امت میں کوئی دوسرا ان کا ہمسر موجود نہ تھا۔

مدینہ میں تمام کنوئیں کھارے تھے، صرف بیر رومہ جو ایک یہودی کی ملکیت میں تھا شیریں تھا، حضرت عثمانؓ نے رفاہِ عام کے خیال سے اس کو بیس ہزار درہم میں خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا، اسی طرح جب مسلمانوں کی کثرت ہوئی اور مسجد نبوی میں جگہ کی تنگی کے باعث نمازیوں کو تکلیف ہونے لگی تو حضرت عثمانیؓ نے ایک گراں قدر رقم صرف کر کے اس کی توسیع کرائی۔

آپ کی فیاضی کا سب سے زیادہ نمایاں کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے غزوہ تبوک کے موقع پر ہزاروں روپے کے صرف سے مجاہدین کو آراستہ کیا، یہ فیاضی ایسے وقت میں ظاہر ہوئی جبکہ عام طور پر مسلمانوں کی عسرت اور تنگی نے پریشان کر رکھا تھا اور دوسری طرف قیصر روم کی جنگی تیاریوں سے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تشویش دامن گیر تھی۔

مذکورہ بالا فیاضیوں کے علاوہ روزانہ جودوکرم اور صدقات وخیرات کا سلسلہ جاری رہتا تھا، ہر جمعہ کو ایک غلام آزاد کرتے تھے، (نزہتہ الابرار قلمی: ۱۴۱ کتب خانہ حبیب گنج) بیواؤں اور یتیموں کی خبر گیری کرتے تھے، مسلمانوں کی عسرت وتنگ حالی سے ان کو دلی صدمہ ہوتا تھا، ایک دفعہ ایک جہاد میں ناداری اور مفلسی کے باعث مسلمانوں کے چہرے اداس تھے اور اہل نفاق ہشاش ہر طرف اکڑتے پھرتے تھے، اسی وقت چودہ اونٹوں پر سامان خوردونوش بار کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا کہ اس کو مسلمانوں میں تقسیم کرا دیں۔

(کنزالعمال ج ۶: ۳۷۴)

اعزہ اور احباب کے ساتھ حسن سلوک

اعزہ اور احباب سے ملتے تھے اور ان کی پرورش فرماتے تھے، آپ کے چچا حکم بن العاص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کو جلاوطن کر دیا تھا، حضرت عثمانؓ نے بارگاہ نبوت میں کوشش کرکے ان کی خطا معاف کرائی اور اپنے عہد میں مدینہ بلوایا اور جیب خاص سے ان کی اولاد کو ایک لاکھ درہم عطا فرمائے، (طبری: ۲۹۵۴)

عبداللہ بن عامر، عبداللہ بن ابی سرح، عثمان بن ابن العاصؓ، امیر معاویہؓ حضرت عثمانؓ کے نہایت قریبی رشتہ دار تھے اور ان کے عہد خلافت میں ممتاز عہدوں پر متعین رہے۔

احباب کے ساتھ بھی یہی سلوک تھا، ان کی ضرورت پر بڑی بڑی رقمیں قرض دیتے تھے اور بسا اوقات واپس نہیں لیتے تھے، ایک دفعہ حضرت طلحہؓ نے ایک بڑی رقم قرض لی، کچھ دنوں بعد واپس دینے آئے تو لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ یہ تمہاری مروت کا صلہ ہے۔ (طبری: ۳۰۳۷)

صبر و تحمل

صبر وتحمل کا پیکر تھے، مصائب وآلام کو نہایت صبر وسکون کے ساتھ برداشت کرتے تھے، شہادت کے موقع پر چالیس دن تک جس بردباری ضبط اور تحمل کا اظہار آپ کی ذات سے ہوا وہ اپنی آپ نظیر ہے، سینکڑوں وفا شعار غلام اور ہزاروں معاون وانصار سرفروشی کے لئے تیار تھے مگر اس ایوب وقت نے خونریزی کی اجازت نہ دی اور اپنے اخلاقِ کریمانہ کا آخری منظر دکھا کر ہمیشہ کے لئے دنیا سے روپوش ہو گیا۔

مذہبی زندگی

دن کے وقت مہمات خلافت میں مصروف رہتے اور رات کا اکثر حصہ عبادت وریاضت میں بسر فرماتے تھے، کبھی کبھی رات بھر جاگتے اور ایک ہی رکعت میں پورا قرآن ختم کر دیتے تھے۔ (ابن سعد)

دوسرے تیسرے دن عموماً روزہ رکھتے تھے، کبھی کبھی مہینوں روزے سے رہتے، اور شب کے وقت صرف اس قدر کھا لیتے تھے کہ سدرمق کے لئے کافی ہو۔

ہر سال حج کے لئے تشریف لے جاتے تھے، خود امیر الحج کے فرائض انجام دیتے تھے، خصوصاً ایام خلافت میں کوئی سال حج سے خالی نہیں گزرا البتہ جس سال شہید ہوئے اس سال محصور ہونے کے باعث نہ جا سکے۔

بزم خطباء ایک ٹیلیگرام چینل ہے، جس میں خطباء کے لیے مواد مہیا کیا جاتا ہے، اپنے دوست احباب کو شامل فرمائیں۔

غزوات

ہجرت مدینہ کے بعد بھی مشرکین نے مسلمانوں کو سکون واطمینان سے بیٹھنے نہیں دیا اور اب تحقیر و تذلیل کے بجائے اسلام کی روز افزوں ترقی سے خائف وہراساں ہوکر تیر وتفنگ اور تیغ وسنان کی قوت سے اس کی بیخ کنی پر آمادہ ہوئے؛ چنانچہ ۲ ھ سے فتح مکہ تک خونریز جنگوں کا سلسلہ قائم رہا، حضرت عثمانؓ اگرچہ فطرتاً سپاہیانہ کاموں کے لیے پیدا نہیں ہوئے تھے، تاہم وہ اپنے محبوب ہادی طریقت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جانثاری وفداکاری میں کسی سے پیچھے نہیں رہے۔

غزوۂ بدر اور حضرت رقیہؓ کی علالت

کفر واسلام کی سب سے پہلی جنگی آویزش جو بدر کی صورت میں ظاہر ہوئی حضرت عثمانؓ اس میں ایک اتفاقی حادثہ کے باعث شریک ہونے سے مجبور رہے، آپ کی اہلیہ محترمہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نور نظر حضرت رقیہؓ بیمار ہوگئی تھیں، اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ میں تیمارداری کے لیے چھوڑ دیا اور فرمایا تم کو شرکت کا اجر و مال غنیمت کا حصہ دونوں ملے گا، (بخاری، کتاب المناقب، باب مناقب عثمانؓ) اور خود تین سو سترہ قدسیوں کے ساتھ بدر کی طرف تشریف لے گئے۔

حضرت رقیہؓ کا یہ مرض درحقیقت پیام موت تھا، غمگسار شوہر کی جانفشانی وتندہی سب کچھ کرسکتی تھی؛ لیکن قضائے الٰہی کو کیونکر رد کرتی، مرض روز بروز بڑھتا گیا، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی غیر حاضری ہی میں چندروز بعد وفات پاگئیں، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ، حضرت عثمانؓ اور حضرت اسامہ بن زید اس ملکہ جنت کی تجہیز وتکفین میں مشغول تھے کہ نعرہ تکبیر کی صدا آئی، دیکھا تو حضرت زید بن حارثہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ناقہ پر سوار فتح بدر کا مژدہ لے کر آرہے ہیں، محبوب بیوی اور وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نورِ نظر کی وفات کا سانحہ کوئی معمولی سانحہ نہ تھا، اس حادثہ کے بعد حضرت عثمانؓ ہمیشہ افسردہ خاطر رہتے تھے، کچھ اسلام کی پہلی امتحان گاہ (بدر) سے محرومی کا بھی افسوس تھا۔

دوسرا نکاح

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی حوصلہ افزائی فرمائی اور چونکہ ان کو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی کی تیمارداری کے لیے چھوڑ دیا تھا جس کے باعث وہ بدر میں شریک نہ ہوسکے تھے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی مجاہد قرار دیا اور بدر کے مال غنیمت میں سے ایک مجاہد کے برابر حصہ ان کو عنایت فرمایا اور بشارت دی کہ وہ اجر وثواب میں بھی کسی سے کم نہیں رہیں گے، اس سے بڑھ کر یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دوسری صاحبزادی حضرت ام کلثومؓ سے ان کا نکاح کردیا اور خاندانِ رسالت سے دوبارہ ان کا تعلق قائم ہوگیا۔

بزم خطباء ایک ٹیلیگرام چینل ہے، جس میں خطباء کے لیے مواد مہیا کیا جاتا ہے، اپنے دوست احباب کو شامل فرمائیں۔

غزوہ بدر کے بعد اور جس قدر معرکے پیش آئے سب میں حضرت عثمانؓ ، پامردی، استقلال، اور مردانہ شجاعت کے ساتھ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہے اور ہر موقع پر اپنی اصابت رائے اور جوش وثبات کے باعث آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست وبازو ثابت ہوئے۔

غزوہ احد

جب غزوۂ احد پیش آیا تو پہلے مسلمانوں کو فتح ہوئی؛ لیکن وہ مسلمان تیرانداز جو عقب کی حفاظت کررہے تھے، اپنی جگہ چھوڑ کر مال غنیمت جمع کرنے لگے، کفار نے اس جنگی غلطی سے فائدہ اٹھایا اور پیچھے سے اچانک حملہ کردیا، مسلمان اس سے غافل تھے اس لیے اس ناگہانی حملہ کو روک نہ سکے اور بے ترتیبی سے منتشر ہوگئے، اسی اثنا میں مشہور ہوگیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت پائی، اس افواہ نے جان نثاروں کے حواس اور بھی گم کردئے، سوائے چند آدمیوں کے جو جہاں تھا وہیں متحیر ہوکر رہ گیا، حضرت عثمانؓ بھی ان ہی لوگوں میں تھے۔

جنگ احد میں صحابہؓ کا منتشر ہوجانا اگرچہ ایک اتفاقی سانحہ تھا جو مسلمان تیراندازوں کی غلطی کے باعث پیش آیا تاہم لوگوں کو اس کا سخت ملال تھا، خصوصاً حضرت عثمانؓ نہایت پشیمان تھے؛ لیکن یہ اتفاقی غلطی تھی، اس لئے خدائے پاک نے وحی کے ذریعہ سے عفوعام کی بشارت دے دی۔ اِنَّ الَّذِیۡنَ تَوَلَّوۡا مِنۡکُمۡ یَوۡمَ الۡتَقَی الۡجَمۡعٰنِ ۙ اِنَّمَا اسۡتَزَلَّہُمُ الشَّیۡطٰنُ بِبَعۡضِ مَا کَسَبُوۡا ۚ وَ لَقَدۡ عَفَا اللّٰہُ عَنۡہُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ حَلِیۡمٌ (اٰل عمران:۱۵۵) جن لوگوں نے اس دن پیٹھ پھیری جب دونوں لشکر ایک دوسرے سے ٹکرائے، درحقیقت ان کے بعض اعمال کے نتیجے میں شیطان نے ان لوگوں کو لغزش میں مبتلا کردیا تھا، اور یقین رکھو کہ اللہ نے ان کو معاف کردیا ہے، یقیناً اللہ بہت معاف کرنے والا، بڑا بردبار ہے۔

دیگر غزوات

غزوہ احد کے بعد ۴ ہجری میں غزوہ ذات الرقاع پیش آیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب اس مہم میں تشریف لے گئے تو حضرت عثمانؓ کو مدینہ میں قائم مقامی کا شرف حاصل ہوا، (طبقات بن سعد قسم اول جزوثالث) پھر بنونضیر کی جلاوطنی عمل میں آئی، اس کے بعد ۵ ھ میں غزوۂ خندق کا معرکہ پیش آیا، حضرت عثمانؓ ان تمام مہمات میں شریک تھے، ۶ ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیارت کعبہ کا قصد فرمایا، حدیبیہ پہنچ کر معلوم ہوا کہ مشرکین آمادہ پرخاش ہیں؛ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لڑنا مقصود نہیں تھا، اس لئے مصالحت کے خیال سے حضرت عثمانؓ کو سفیر بنا کر بھیجا۔

سفارت کی خدمات

یہ مکہ پہنچے تو کفار قریش نے ان کو روک لیا اور سخت نگرانی قائم کردی کہ وہ واپس نہ جانے پائیں ادھر حضرت عثمانؓ کا کچھ حال نہیں معلوم ہوا تو مسلمانوں کو سخت تردد ہوا، اسی حالت میں افواہ پھیل گئی کہ وہ شہید کردیئے گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر سن کر حضرت عثمانؓ کے خون کے انتقام کے لیے صحابہؓ سے جو تعداد میں چودہ سو تھے، ایک درخت کے نیچے بیعت لی اور حضرت عثمانؓ کی طرف سے خود اپنے دست مبارک پر دوسرا ہاتھ رکھ کر بیعت لی، یہ حضرت عثمانؓ کے تاج فخر کا وہ طرۂ شرف ہے جو ان کے علاوہ اور کسی کے حصہ میں نہ آیا۔

ایک دفعہ ایک خارجی نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے دریافت کیا، کیا یہ سچ ہے کہ حضرت عثمانؓ نے بیعت رضوان نہیں کی، آپ نے جواب دیا کہ ہاں عثمانؓ اس وقت موجود نہ تھے مگر اس ہاتھ نے ان کی طرف سے قائم مقامی کی جس سے بہتر کوئی دوسرا ہاتھ نہیں، (سیرت ابن ہشام ج ۲:۱۶۶)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اعزاز عطا فرمانے کا ذکر بخاری کتاب المناقب باب مناقب عثمانؓ میں بھی ہے اور واقعات کی تفصیلات بخاری کتاب الشروط والمصالحۃ مع اہل حرب میں ہے) لیکن درحقیقت یہ بیعت تو حضرت عثمانؓ کے خون کے انتقام کے لیے منعقد ہوئی تھی، اس سے بڑھ کر شرف اور کیا ہوسکتا ہے، آخر میں مشرکین قریش نے مسلمانوں کے جوش سے خائف ہوکر مصالحت کرلی اور حضرت عثمانؓ کو چھوڑ دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سال بغیر عمرہ کیے اپنے فدائیوں کے ساتھ مدینہ واپس چلے آئے۔

۷ ھ میں معرکۂ خیبر پیش آیا، ۸ ھ میں مکہ فتح ہوا، اسی سال ہوازن کی جنگ ہوئی جو غزوہ حنین کے نام سے مشہور ہے، حضرت عثمانؓ ان تمام معرکوں میں شریک رہے۔

غزوہ تبوک اور جیش عسرہ کی مدد

۹ ھ میں یہ خبر مشہور ہوئی کہ قیصر روم عرب پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے، اس کا تدارک ضروری تھا؛ لیکن یہ زمانہ نہایت عسرت اور تنگی کا تھا، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت تشویش ہوئی اور صحابہؓ کو جنگی سامان کے لیے زر و مال سے اعانت کی ترغیب دلائی، اکثر لوگوں نے بڑی بڑی رقمیں پیش کیں، حضرت عثمانؓ ایک متمول تاجر تھے، اس زمانہ میں ان کا تجارتی قافلہ ملک شام سے نفع کثیر کے ساتھ واپس آیا تھا، اس لیے انہوں نے ایک تہائی فوج کے جملہ اخراجات تنہا اپنے ذمہ لے لیے، ابن سعد کی روایت کے مطابق غزوہ تبوک کی مہم میں تیس ہزار پیادے اور دس ہزار سوار شامل تھے، اس بنا پر گویا حضرت عثمانؓ نے دس ہزار سے زیادہ فوج کے

لیے سامان مہیا کیا اور اس اہتمام کے ساتھ کہ اس کے لئے ایک ایک تسمہ تک ان کے روپے سے خریدا گیا تھا، اس کے علاوہ ایک ہزار اونٹ، ستر گھوڑے اور سامان رسد کے لئے ایک ہزار دینار پیش کئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس فیاضی سے اس قدر خوش تھے کہ اشرفیوں کو دست مبارک سے اچھالتے تھے اور فرماتے تھے: ماضر عثمان ما عمل بعد هذا اليوم (آج کے بعد عثمان کا کوئی کام اس کو نقصان نہیں پہنچائے گا)۔ (مستدرک حاکم ج ۳: ۱۰۲)

۱۰ ھ میں سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری حج کیا جو حجۃ الوداع کے نام سے موسوم ہے، حضرت عثمانؓ بھی ہمرکاب تھے، حج سے واپس آنے کے بعد ماہ ربیع الاول ۱۱ ھ کی ابتداء میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے اور ربیع الاول میں وصال فرما گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرت ابوبکرؓ کے دست مبارک پر خلافت کی بیعت ہوئی، خلافت صدیقی میں حضرت عثمانؓ مجلس شوریٰ کے ایک معتمد رکن تھے، سوا دو برس کی خلافت کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بھی رحلت فرمائی اور حضرت ابوبکرؓ کی وصیت اور عام مسلمانوں کی پسندیدگی سے حضرت فاروق اعظمؓ مسند آرائے خلافت ہوئے، حضرت عمرؓ کے استخلاف کا وصیت نامہ حضرت عثمانؓ ہی کے ہاتھ سے لکھا گیا تھا، اس سلسلہ میں یہ بات لحاظ رکھنے کے قابل ہے کہ وصیت نامہ کے دوران کتابت میں کسی خلیفہ کا نام لکھانے سے قبل حضرت ابوبکرؓ پر غشی طاری ہوگئی، حضرت عثمانؓ نے اپنی عقل وفراست سے سمجھ کر اپنی طرف سے حضرت عمرؓ کا نام لکھ دیا، حضرت ابوبکرؓ کو ہوش آیا تو پوچھا کہ پڑھو کیا لکھا؟ انہوں نے سنانا شروع کیا اور جب حضرت عمرؓ کا نام لیا تو حضرت ابوبکر صدیق بے اختیار اللہ اکبر پکار اُٹھے اور عثمانؓ کی اس فہم وفراست کی بہت تعریف وتوصیف کی۔ (ابن سعد جز ۳ قسم اول، تذکرہ ابوبکرؓ)

تقریباً دس برس خلافت کے بعد ۲۳ ھ میں حضرت عمرؓ نے بھی سفر آخرت اختیار کیا، مرض الموت میں لوگوں کے اصرار سے عہد خلافت کے لیے چھ آدمیوں کا نام پیش کیا کہ ان میں سے کسی کو منتخب کرلیا جائے، علیؓ، عثمانؓ، زبیرؓ، طلحہؓ، سعد بن وقاصؓ، عبدالرحمن بن عوفؓ، اور تاکید کی کہ تین دن کے اندر انتخاب کا فیصلہ ہونا چاہیے۔ (ابن سعد تذکرۃ عثمانؓ)

خلافت

حضرت فاروق اعظمؓ کی تجہیز وتکفین کے بعد انتخاب کا مسئلہ پیش ہوا اور دو دن تک اس پر بحث ہوتی رہی؛ لیکن کوئی فیصلہ نہ ہوا، آخر تیسرے دن حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے کہا کہ وصیت کے مطابق خلافت چھ آدمیوں میں دائر ہے؛ لیکن اس کو تین شخصوں تک محدود کردینا چاہیے، اور جو اپنے خیال میں جس کو مستحق سمجھتا ہو اس کا نام لے، حضرت زبیرؓ نے حضرت علی مرتضیٰؓ کی نسبت رائے دی، حضرت سعد نے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کا نام لیا، حضرت طلحہؓ نے حضرت عثمانؓ کو پیش کیا، حضرت عبدالرحمن بن عوف نے کہا

میں اپنے حق سے باز آتا ہوں، اس لیے اب یہ معاملہ صرف دو آدمیوں میں منحصر ہے اور ان دونوں میں سے جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ اور سنت شیخین کی پابندی کا عہد کرے گا اس کے ہاتھ پر بیعت کی جائے گی، اس کے بعد علیحدہ علیحدہ حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ سے کہا کہ آپ دونوں اس کا فیصلہ میرے ہاتھ میں دیدیں، اس پر ان دونوں کی رضامندی لینے کے بعد حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ اور تمام صحابہ کرامؓ مسجد میں جمع ہوئے، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے ایک مختصر؛ لیکن مؤثر تقریر کے بعد حضرت عثمانؓ کے ہاتھ پر بیعت کی، اس کے بعد حضرت علیؓ نے بیعت کے لیے ہاتھ بڑھایا، حضرت علیؓ کا بیعت کرنا تھا کہ تمام حاضرین بیعت کے لیے ٹوٹ پڑے، غرض حضرت عثمان اتفاق عام کے ساتھ مسند نشین خلافت ہوئے اور دنیائے اسلام کے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔

فتوحات

حضرت فاروق اعظمؓ نے اپنے عہد میں شام، مصر اور ایران کو فتح کرکے ممالک محروسہ میں شامل کرلیا تھا، نیز ملکی نظم ونسق اور طریقہ حکمرانی کا ایک مستقل دستور العمل بنادیا تھا، اس لئے حضرت عثمانؓ کے لیے میدان صاف تھا، انہوں نے صدیق اکبرؓ کی نرمی وملاطفت اور فاروق اعظمؓ کی سیاست کو اپنا شعار بنایا اور ایک سال تک قدیم طریق نظم ونسق میں کسی قسم کا تغیر نہیں کیا، البتہ خلیفہ سابق کی وصیت کے مطابق حضرت سعد بن وقاص کو مغیرہ بن شعبہ کی جگہ کوفہ کا والی بنا کر بھیجا،، یہ پہلی تقرری تھی جو حضرت عثمانؓ کے ہاتھ سے عمل میں آئی۔

۲۴ھ میں بعض چھوٹے چھوٹے واقعات پیش آئے، یعنی آذربیجان اور آرمینیہ پر فوج کشی ہوئی کیونکہ وہاں کے باشندوں نے حضرت عمرؓ کی وفات سے فائدہ اٹھا کر خراج دینا بند کردیا تھا، اسی طرح رومیوں کی چھیڑ چھاڑ کی خبر سن کر حضرت عثمانؓ نے کوفہ سے سلمان بن ربیعہ کو چھ ہزار کی جمعیت کے ساتھ امیر معاویہؓ کی مدد کے لئے شام روانہ کیا۔

عہد فاروقی میں مصر کے والی عمرو بن العاص تھے اور تھوڑا سا علاقہ جو صعید کے نام سے مشہور ہے عبداللہ بن ابی سرح کے متعلق تھا، مصر کے خراج کی جو رقم دربار خلافت کو بھیجی جاتی تھی، حضرت عمرؓ ہی کے زمانہ سے اس کی کمی کے متعلق شکایت چلی آتی تھی اس لئے حضرت عثمانؓ نے مصری خراج کا اضافہ کا مطالبہ کیا، عمرو بن العاص نے کہلا بھیجا کہ اونٹنی اس سے زیادہ دودھ نہیں دے سکتی، اس پر حضرت عثمانؓ نے ان کو معزول کرکے عبداللہ بن ابی سرح کو پورے مصر کا گورنر بنادیا، مصریوں پر عمرو بن العاص کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی، اس لئے ان کی برطرفی سے ان کے دلوں میں مصر پر دوبارہ قبضہ کا خیال پیدا ہو، ۲۵ھ میں ان کی شہ پاکر اسکندریہ کے لوگوں نے بغاوت کردی، حضرت عثمانؓ نے مصر والوں کے مشورہ سے اس فتنہ کو فرو کرنے کے لئے عمرو بن العاصؓ ہی کو متعین کیا، انہوں نے حسن تدبیر سے اس بغاوت کو فرو کیا، اس کے بعد حضرت عثمانؓ نے چاہا کہ فوج کا صیغہ عمرو بن العاص کے پاس رہے اور مال وخراج کے صیغے عبداللہ بن ابی سرح کے سپرد رہیں، مگر عمرو بن العاصؓ نے اسے منظور نہ کیا، یعقوبی نے لکھا ہے کہ عمرو بن العاصؓ نے باغیوں کے اہل وعیال کو لونڈی غلام بناڈالا تھا، حضرت عثمانؓ نے اس پر ناراضی ظاہر فرمائی اور جو لوگ لونڈی غلام بنائے گئے تھے، ان کو آزاد

کرادیا،(یعقوبی ج ۲:۱۸۹)اس کے بعد دوبرس تک عمرو بن العاص مصر کے مال وخراج کے افسر رہے،اسی سال عبداللہ بن ابی سرحؓ نے دربار خلافت کے حکم سے طرابلس (ٹریپولی) کی مہم کا انتظام کیا،نیز امیر معاویہؓ ایشیائے کوچک میں شامی سرحدوں کے قریب کے دورومی قلعے فتح کرلیے،اس درمیان طرابلس اور افریقیہ طبرستان کو فتح کیا گیا،اور اسپین پر حملہ کیا گیا۔

فتح قبرص اور حضرت امیر معاویہ

قبرص جس کو اب سائپرس کہتے ہیں بحر روم میں شام کے قریب ایک نہایت زرخیز جزیرہ ہے اور یورپ اور روم کی طرف سے مصر وشام کی فتح کا دروازہ ہے اور مصر وشام کی حفاظت اس وقت تک نہیں ہوسکتی تھی اور نہ رومیوں کا خطرہ اس وقت تک دور ہوسکتا تھا جب تک یہ بحری ناکہ بندی مسلمانوں کے قبضہ میں نہ ہو،اس لئے امیر معاویہؓ نے عہد فاروقی ہی میں اس پر فوج کشی کی اجازت طلب کی تھی،مگر حضرت عمرؓ بحری جنگ کے خلاف تھے اس لیے انکار کردیا،اس کے بعد ۲۸ھ میں امیر معاویہؓ نے پھر حضرت عثمانؓ سے اصرار کے ساتھ قبرص پر لشکر کشی کی اجازت طلب کی اور اطمینان دلایا کہ بحری جنگ کو جس قدر خوفناک سمجھا جاتا ہے،اس قدر خوفناک نہیں ہے،حضرت عثمانؓ نے لکھا کہ اگر تمہارا بیان صحیح ہے تو حملہ میں مضائقہ نہیں؛لیکن اس مہم میں اسی کو شریک کیا جائے جو اپنی خوشی سے شرکت کرے،اس اجازت کے بعد عبداللہ بن قیس حارثی کی زیر قیادت اسلامی بحری بیڑہ قبرص پر حملہ کے لیے روانہ ہوا اور صحیح وسلامت قبرص پہنچ کر لنگر انداز ہوا،عبداللہ بن قیس امیر البحر ناگہانی طور پر شہید ہوئے؛لیکن سفیان بن عوف ازدی نے علم سنبھال کر اہل قبرص کو مغلوب کیا اور چند شرائط پر مصالحت ہوئی۔(ابن اثیر ج ۳:۷۴،۷۵)

ایک عظیم الشان بحری جنگ

بحری فتوحات کا آغاز خاص حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت سے ہوا،حضرت عمرؓ کی احتیاط نے مسلمانوں کو سمندری خطرات میں ڈالنا پسند نہ کیا،ذوالنورینؓ کی اولوالعزمی نے خطرات سے بے پرواہ ہوکر ایک عظیم الشان بیڑا تیار کرکے جزیرۂ قبرص (سائپرس) پر اسلامی پھریرا بلند کیا اور بحری جنگ میں قیصر روم کے بیڑے کو جس میں پانچ سو جنگی جہاز شامل تھے،ایسی فاش شکست دی کہ پھر رومیوں کو اس جرأت کے ساتھ بحری حملہ کی ہمت نہ ہوئی۔

۳۱ھ میں قیصر روم نے ایک عظیم الشان جنگی بیڑا جس میں تقریباً پانچ سو جہاز تھے سواحل شام پر حملہ کے لیے بھیجا،مورخین کا بیان ہے کہ رومیوں نے مسلمانوں کے مقابلہ میں ایسی عظیم الشان قوت کا مظاہرہ اس سے پہلے کبھی نہیں کیا تھا،امیر البحر عبداللہ بن ابی

سرح نے مدافعت کے لیے اسلامی بیڑے کو آگے بڑھایا اور سطح سمند پر دونوں آپس میں مل گئے، دوسری صبح کو مسلمانوں نے اپنے کل جہاز ایک دوسرے سے باندھ دیئے اور فریقین میں نہایت خونریز جنگ ہوئی، بے شمار رومی مارے گئے، مسلمان بھی بہت سے شہید ہوئے؛ لیکن ان کے استقلال وشجاعت نے رومیوں کے پاؤں اکھاڑ دیئے اور ان کی بہت تھوڑی تعداد زندہ بچی، خود قسطنطین اس معرکہ میں زخمی ہوا اور اسلامی بیڑہ مظفر ومنصور اپنی بندرگاہ میں واپس آیا۔ (ابن اثیر ج ۳:۹۱)

متفرق فتوحات

قبرص، طرابلس اور طبرستان کے علاوہ حضرت عثمانؓ کے عہد میں اور بھی فتوحات ہوئیں، ۳۱ھ میں خبیب بن مسلمہ فہری نے آرمینیہ کو فتح کر کے اسلامی ممالک محروسہ میں شامل کرلیا۔

۳۲ھ میں امیر معاویہؓ تنگنائے قسطنطنیہ تک بڑھتے چلے گئے ۳۲ھ میں عبداللہ بن عامرؓ نے مرورود، طالقان، فاریاب اور جوزجان کو فتح کیا، ۳۳ھ میں امیر معاویہؓ نے ارض روم میں حصن المرأۃ پر حملہ کیا، اسی سال اہل خراسان نے بغاوت کی عبداللہ بن عامرؓ والی بصرہ نے احنف بن قیس کو بھیج کر اسے فرو کرایا، اسی طرح ۳۴ھ میں اہل طرابلس نے نقض امن کیا، عبداللہ بن ابی سرح نے ایک لشکر جرار کے ساتھ چڑھائی کر کے انہیں قابو میں کیا۔

مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیر وتوسیع

مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیر میں حضرت عثمان ذوالنورین کا ہاتھ سب سے زیادہ نمایاں ہے، عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جب مسلمانوں کی کثرت کے باعث مسجد کی وسعت ناکافی ثابت ہوئی تھی تو اس کی توسیع کے لئے حضرت عثمانؓ نے قریب کا قطعہ زمین خرید کر بارگاہ نبوت میں پیش کیا تھا، پھر اپنے عہد میں بڑے اہتمام سے اس کی وسیع اور شاندار عمارت تعمیر کرائی، سب سے اول ۲۴ھ میں اس کا ارادہ کیا؛ لیکن مسجد کے گردوپیش جن لوگوں کے مکانات تھے وہ کافی معاوضہ دینے پر بھی مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی قربت کے شرف سے دست کش ہونے کے لئے راضی نہ ہوتے حضرت عثمانؓ نے ان لوگوں کو راضی کرنے کے لئے مختلف تدبیریں کیں؛ لیکن وہ کسی طرح راضی نہیں ہوئے، یہاں تک کہ پانچ سال اس میں گزر گئے، بالآخر ۲۹ھ میں حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مشورہ کرنے کے بعد حضرت عثمانؓ نے جمعہ کے روز ایک نہایت ہی مؤثر تقریر کی اور نمازیوں کی کثرت اور مسجد کی تنگی کی طرف توجہ دلائی، اس تقریر کا اثر یہ ہوا کہ لوگوں نے خوشی سے اپنے مکانات دے دیئے اور آپ نے نہایت اہتمام کے ساتھ تعمیر کا کام شروع

کیا، نگرانی کے لئے تمام عمال طلب کئے اور خود شب و روز مصروف کار رہتے تھے، غرض دس مہینوں کی مسلسل جدوجہد کے بعد اینٹ، چونا اور پتھر کی ایک نہایت خوش نما اور مستحکم عمارت تیار ہوگئی، وسعت میں بھی کافی اضافہ ہوگیا، یعنی طول میں بچاس گز کا اضافہ ہوا، البتہ عرض میں کوئی تغیر نہیں کیا گیا۔ (خلاصۃ الوفاء: ۱۲۴)

امارت بحریہ

اسلام میں بحری جنگ اور بحری فوجی انتظامات کی ابتدا خاص حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت سے ہوئی، اس سے پہلے یہ ایک خطرناک کام سمجھا جاتا تھا مگر افسوس ہے کہ تاریخوں سے اس کے تفصیلی انتظامات کا پتہ نہیں چلتا، صرف اس قدر معلوم ہے کہ امیر معاویہؓ کے توجہ دلانے پر بارگاہ خلافت سے ایک جنگی بیڑا تیار کرنے کا حکم ہوا اور عبداللہ بن قیس حارثی اس کے امیر البحر ہوئے؛ لیکن اس قدر یقینی ہے کہ اسی زمانہ میں مسلمانوں کی بحری قوت اتنی بڑھ گئی تھی کہ آسانی کے ساتھ قبرص زیر نگیں ہوگیا اور رومیوں کے عظیم الشان جنگی بیڑے کو جس میں پانچ سو جہاز تھے اسلامی بیڑے نے ایسی شکست دی کہ پھر اس نے اسلامی سواحل کی طرف رخ کرنے کی ہمت نہ کی۔

مذہبی خدمات

نائب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے اہم فرض مذہب کی خدمت اور اس کی اشاعت وتبلیغ ہے، اس لیے حضرت عثمان ذوالنورینؓ کو اس فرض کے انجام دینے کا ہر لحظہ خیال رہتا تھا؛ چنانچہ جہاد میں جو قیدی گرفتار ہوکر آتے تھے ان کے سامنے خود اسلام کے محاسن بیان کرکے ان کو دین متین کی طرف دعوت دیتے تھے، ایک دفعہ بہت سی رومی لونڈیاں گرفتار ہوکر آئیں، حضرت عثمانؓ نے خود ان کے پاس جاکر تبلیغ اسلام کا فرض انجام دیا؛ چنانچہ دو عورتوں نے متاثر ہوکر کلمہ توحید کا اقرار کیا اور دل سے مسلمان ہوئیں۔

غیر قوموں میں اشاعت اسلام کے بعد سب سے بڑی خدمت خود مسلمانوں کی مذہبی تعلیم وتلقین ہے، حضرت عثمانؓ خود بالمشافہ مسائل فقہ بیان کرتے تھے اور عملاً اس کی تعلیم دیتے تھے، ایک دفعہ وضو کرکے بتایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح وضو کرتے دیکھا تھا، (ابوداؤد کتاب الطہارت باب صفۃ وضوالنبی صلی اللہ علیہ وسلم) جس مسئلہ میں شبہ ہوتا اس کے متعلق کوئی صحیح رائے قائم نہ کرسکتے تو دوسرے صحابہؓ سے استفسار فرماتے اور عوام کو بھی ان کی طرف رجوع کرنے کی ہدایت کرتے تھے، ایک دفعہ سفر حج کے دوران میں ایک شخص نے پرندہ کا گوشت پیش کیا جو شکار کیا گیا تھا، جب آپ کھانے کے لئے بیٹھے تو شبہ ہوا کہ حالت احرام میں اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ حضرت علیؓ بھی ہمسفر تھے ان سے استصواب کیا انہوں نے عدم جواز کا فتویٰ دیا اور حضرت عثمانؓ نے اسی

وقت کھانے سے ہاتھ روک دیا۔(مستدرک ابن حنبل ج۱:۱۰۰)

مذہبی انتظامات کی طرف پوری توجہ تھی، مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیر کا حال گزر چکا ہے، مدینہ کی آبادی اس قدر ترقی کر گئی تھی کہ جمعہ کے روز ایک اذان کافی نہیں ہوتی تھی، اس لیے ایک اور مؤذن کا تقرر کیا جو مقام زوراء میں اذان دے کر لوگوں کو نماز کے وقت سے مطلع کرتا تھا، نماز میں صفوں کو برابر اور سیدھی رکھنے کے انتظام پر متعدد اشخاص متعین تھے جو خطبہ ختم ہونے کے ساتھ ہی مستعدی کے ساتھ صفیں برابر کرتے تھے۔

جمع قرآن

مذہبی خدمات کے سلسلہ میں حضرت عثمانؓ کا سب سے زیادہ روشن کارنامہ قرآن مجید کو اختلاف وتحریف سے محفوظ کرنا اور اس کی عام اشاعت ہے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ آرمینیہ اور آذربائیجان کی مہم میں شام، مصر، عراق وغیرہ مختلف ملکوں کی فوجیں مجتمع تھیں، جن میں زیادہ تر نومسلم اور عجمی النسل تھے، جن کی مادری زبان عربی نہ تھی، حضرت حذیفہ بن یمانؓ بھی شریک جہاد تھے، انہوں نے دیکھا کہ اختلاف قرأت کا یہ حال ہے کہ اہل شام کی قرأت، اہل عراق سے بالکل جداگانہ ہے، اسی طرح اہل بصرہ کی قرأت اہل کوفہ سے مختلف ہے اور ہر ایک اپنے ملک کی قرأت صحیح اور دوسری کو غلط سمجھتا ہے، حضرت حذیفہؓ کو اس اختلاف سے اس قدر خلجان ہوا کہ جہاد سے واپس ہوئے تو سیدھے بارگاہ خلافت میں حاضر ہوئے اور مفصل واقعات عرض کر کے کہا" امیر المومنین! اگر جلد اس کی اصلاح کی فکر نہ ہوئی تو مسلمان عیسائیوں اور رومیوں کی طرح خدا کی کتاب میں شدید اختلاف پیدا کرلیں گے" حضرت حذیفہؓ کے توجہ دلانے پر حضرت عثمانؓ کو بھی خیال ہوا اور انہوں نے ام المومنین حضرت حفصہؓ سے عہد صدیقی کا مرتب ومدون کیا ہوا نسخہ لے کر حضرت زید بن ثابتؓ، عبداللہ بن زبیر اور سعید بن العاص سے اس کی نقلیں کرا کے تمام ملک میں اس کی اشاعت کی اور ان تمام مختلف مصاحف کو جنہیں لوگوں نے بطور خود مختلف املاؤں سے لکھا تھا، صفحۂ ہستی سے معدوم کر دیا۔(بخاری باب جمع القرآن)

ظاہر ہے کہ ان اختلاف کو رفع کرنے کی کوشش نہ کی جاتی تو آج قرآن کا بھی وہی حال ہوتا جو توریت وانجیل اور دیگر صحف آسمانی کا ہوا۔

فتنہ اور فساد

حضرت عثمانؓ کے ۱۲ سالہ خلافت میں ابتدائی چھ سال کامل امن وامان سے گزرے، فتوحات کی وسعت، مال غنیمت کی فراوانی، وظائف کی زیادتی، زراعت کی ترقی اور حکومت کے عمدہ نظم ونسق نے تمام ملک میں تمول، فارغ البالی اور عیش وتنعم کو عام کر دیا، یہاں تک کہ بعض صحابہؓ ایام نبوت کی سادگی اور بے تکلفی کو یاد کر کے اس زمانہ کی ثروت اور سامان تعیش کو دیکھ کر حد درجہ غمگین تھے کہ اب

مسلمانوں کے اس دنیاوی رشک وحسد کا وقت آ گیا جس کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشین گوئی فرمائی تھی؛ چنانچہ حضرت ابوذر غفاریؓ جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح الاسلام کا خطاب دیا تھا، اعلانیہ اس کے خلاف وعظ کہتے تھے اور فرماتے تھے کہ ضرورت سے زیادہ جمع کرنا ایک مسلمان کے لئے ناجائز ہے، شام کا ملک جو صدیوں تک رومی تعیش وتکلفات کا گہوارہ رہ چکا تھا وہاں کے مسلمانوں میں سب سے زیادہ برائیاں پیدا ہو رہی تھیں، حضرت ابوذرؓ برملا ان امراء اور دولت مندوں کے خلاف وعظ کہتے تھے جس سے نظام حکومت میں خلل پڑتا تھا، اس لیے امیر معاویہؓ کی استدعا پر حضرت عثمانؓ نے ان کو مدینہ بلوالیا، مگر اب مدینہ بھی وہ اگلا مدینہ نہ رہا تھا، بیرونی لوگوں کے بڑے بڑے محل تیار ہو چکے تھے، اس لیے حضرت ابوذرؓ نے یہاں سے بھی دل برداشتہ ہو کر ربذہ نام کے ایک گاؤں میں اقامت اختیار کیا۔

حضرت عثمانؓ کے آخری زمانہ میں جو فتنہ وفساد برپا ہوا اس کی حقیقت یہی ہے کہ دولتمندی اور تمول کی کثرت نے مسلمانوں میں بھی اس کے وہ لوازم پیدا کردئے جو ہر قوم میں ایسی حالت میں پیدا ہوجاتے ہیں اور بالآخر ان کے ضعف اور انحطاط کا سبب بن جاتے ہیں، اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں سے فرمایا کرتے تھے کہ "لا اخاف علیکم الفقر بل اخاف علیکم الدنیا"، مجھے تمہارے فقروفاقہ سے کوئی خوف نہیں ہے؛ بلکہ تمہاری دولت دنیاوی ہی کے خطرات سے ڈرتا ہوں، تمول اور دولت کی کثرت کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کل قوم کے فوائد کے مقابلہ میں ہر جماعت اور ہر فرد اپنے جماعتی اور شخصی فوائد کو ترجیح دینے لگتا ہے، جس سے بغض وعناد پیدا ہوجاتا ہے، قومی وحدت کا شیرازہ بکھر جاتا ہے اور انحطاط کا دور شروع ہوجاتا ہے؛ لیکن اس کے علاوہ اس فتنہ وفساد کی پیدائش کے بعض اور اسباب بھی تھے، اور حضرت عثمان غنی پر طرح طرح کے الزامات لگائے گئے، مجوسیوں اور یہودیوں نے بہت گہری سازش رچی جس کے تانے بانے کوفہ بصرہ اور شام تک ملتے تھے، ان کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔

غرض مختلف عناصر نے مل کر افترا پردازیوں اور کذب بیانیوں سے اس طرح حضرت عثمانؓ کو بدنام کرنے کی کوشش کی اور آپ کی مخالفت کی آواز اس بلند آہنگی سے پھونکا کہ اتنی طویل مدت کے بعد اس زمانہ میں بھی بہت سے تعلیم یافتہ حضرات جو واقعات کی حقیقت تک پہنچنے کی کوشش نہیں کرتے، ان غلط بیانیوں اور فریب کاریوں سے متاثر نظر آتے ہیں۔

محاصرہ

مفسدین نے کاشانہ خلافت کا نہایت سخت محاصرہ کرلیا جو چالیس دن تک مسلسل قائم رہا، اس عرصہ میں اندر پانی تک پہنچانا جرم تھا، ایک دفعہ ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ نے اپنے ساتھ کھانے پینے کی کچھ چیزیں لے کر حضرت عثمانؓ تک پہنچنے کی کوشش کی مگر مفسدین کے قلوب نور ایمان سے خالی ہوچکے تھے، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم محترم کا بھی پاس ولحاظ نہ کیا اور بے ادبی

کے ساتھ مزاحمت کر کے ان کو واپس کر دیا، ہمسایہ گھروں سے کبھی کبھی رسد اور پانی کی امداد پہنچ جاتی تھی، مفسدین کی جانب سے صحابہ کرام ؓ کی بے احترامی اتنی بڑھ گئی تھی کہ حضرت عبداللہ بن سلام ؓ، ابوہریرہ ؓ، سعد وقاص ؓ، اور زید بن ثابت ؓ جیسے اکابر صحابہ تک کی کسی نے نہ سنی اور ان کی توہین کی، حضرت علی ؓ نے حضرت عثمان ؓ کے بلانے پر ان کے گھر کے اندر جانا چاہا تو لوگوں نے ان کو روک دیا، آپ نے مجبور ہو کر اپنا سیاہ عمامہ اتار کر قاصد کو دے دیا اور کہا جو حالت ہے اس کو دیکھ لو اور جا کر کہہ دو (ابن سعد ج ۳ قسم اول) بہت سے صحابہ مدینہ چھوڑ کر چلے گئے تھے، حضرت عائشہ ؓ نے سفرِ حج کا ارادہ کر لیا، اکابر صحابہ نے ان پر آشوب حالات میں گوشہ نشینی مناسب سمجھی، ذمہ دار صحابہ میں اس وقت تین بزرگ حضرت علی ؓ، حضرت طلحہ ؓ، حضرت زبیر ؓ موجود تھے جو نہ تو بے تعلق رہ سکتے تھے اور نہ ان حالات پر ان کو قابو تھا، تینوں صاحبوں نے کچھ کوششیں بھی کیں مگر اس ہنگامہ میں کوئی کسی کی نہیں سنتا تھا اس لیے یہ تینوں اصحاب بھی عملاً علیحدہ رہے، مگر اپنے اپنے جگر گوشوں کو خلیفہ وقت کی حفاظت کے لیے بھیج دیا، حضرت امام حسن ؓ دروازہ پر پہرہ دے رہے تھے، حضرت عبداللہ بن زبیر ؓ کو حضرت عثمان ؓ کے گھر میں جو جان نثار موجود تھے ان کی افسری پر متعین کیا۔

باغیوں کو حضرت عثمان ؓ کی فہمائش

کاشانۂ خلافت کا محاصرہ کرنے والے باغیوں کو متعدد دفعہ حضرت عثمان ؓ نے سمجھانے کی کوشش کی، ان کے سامنے مؤثر تقریریں کیں، حضرت ابی بن کعب ؓ نے تقریر کی، مگر ان لوگوں پر کسی چیز کا اثر نہ ہوا، حضرت عثمان ؓ نے چھت کے اوپر سے مجمع کو مخاطب کر کے فرمایا:

کیا تمہیں معلوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ آئے تو یہ مسجد تنگ تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون اس زمین کو خرید کر وقف کرے گا؟ اس کے صلہ میں اس کو اس سے بہتر جگہ جنت میں ملے گی تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کی، تو کیا اسی مسجد میں تم مجھے نماز پڑھنے نہیں دیتے۔

تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں، بتاؤ کیا تم جانتے ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو اس میں رومہ کے سوا میٹھے پانی کا کنواں نہ تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو کون خرید کر عام مسلمانوں پر وقف کرتا ہے؟ اور اس سے بہتر اس کو جنت میں ملے گا تو میں نے ہی اس کی تعمیل کی، تو کیا اسی کے پانی پینے سے مجھے محروم کر رہے ہو؟

کیا تم جانتے ہو کہ عسرت کے لشکر کو میں ہی نے ساز و سامان سے آراستہ کیا تھا؟ سب نے جواب دیا خداوندا! یہ سب باتیں سچ ہیں (ابن حنبل ج اول: ۷۴، ۷۵، ۷۰) مگر سنگدلوں پر اس کا اثر بھی نہ ہوا، پھر مجمع کو خطاب کر کے فرمایا، تم کو قسم دیتا ہوں، تم میں کسی کو

یاد ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہاڑ پر چڑھے تو پہاڑ ہلنے لگا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہاڑ کو پاؤں سے ٹھوکر مار کر فرمایا، اے حرا ٹھہر جا کہ تیری پیٹھ پر اس وقت ایک نبی اور ایک صدیق اور ایک شہید ہے اور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، لوگوں نے کہا یاد ہے۔

پھر فرمایا خدا کا واسطہ دیتا ہوں، بتاؤ کہ حدیبیہ میں مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں سفیر بنا کر بھیجا تھا تو کیا خود اپنے ایک دست مبارک کو میرا ہاتھ قرار نہیں دیا؟ اور میری طرف سے خود ہی بیعت نہیں کی؟ سب نے کہا سچ ہے۔

آخر میں باغی یہ دیکھ کر کہ حج کا موسم چندروز میں ختم ہوجاتا ہے اور اس کے ختم ہوتے ہی لوگ مدینہ کا رخ کریں گے اور موقع نکل جائے گا، آپ کے قتل کے مشورے کرنے لگے جس کو خود حضرت عثمانؓ نے اپنے کانوں سے سنا اور مجمع کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا، لوگو! آخر کس جرم پر تم میرے خون کے پیاسے ہو؟ اسلام کی شریعت میں کسی کے قتل کی صرف تین ہی صورتیں ہیں یا تو اس نے بدکاری کی ہو تو اس کو سنگسار کیا جائے یا اس نے بالارادہ کسی کو قتل کیا ہو تو وہ قصاص میں مارا جائے گا یا وہ مرتد ہوگیا ہو تو وہ قتل کیا جائے گا، میں نے نہ تو جاہلیت میں اور نہ اسلام میں بدکاری کی، نہ کسی کو قتل کیا اور نہ اسلام کے بعد مرتد ہوا، اب بھی گواہی دیتا ہوں کہ خدا ایک ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندہ اور رسول ہیں، لیکن باغیوں پر ان میں سے کوئی تقریر کارگر نہ ہوئی۔

جان نثاروں کے مشورے اور اجازت طلبی

بعض جان نثاروں نے مختلف مشورے دیئے مغیرہ بن شعبہؓ نے آکر عرض کیا'' امیرالمومنین! تین باتیں ہیں، ان میں سے ایک قبول کیجئے، آپ کے طرفداروں اور جان نثاروں کی ایک طاقتور جماعت یہاں موجود ہے اس کو لے کر نکلیے اور ان باغیوں کا مقابلہ کرکے ان کو نکال دیجیے آپ حق پر ہیں وہ باطل پر، لوگ حق کا ساتھ دیں گے، اگر یہ منظور نہیں تو پھر صدر دروازہ چھوڑ کر دوسری طرف سے دیوار توڑ کر اس محاصرہ سے نکلیے اور سواریوں پر بیٹھ کر مکہ معظّمہ چلے جایئے وہ حرم ہے وہاں یہ لوگ لڑ نہ سکیں گے، یا پھر یہ کہ شام چلے جایئے وہاں کے لوگ وفادار ہیں اور معاویہؓ موجود ہیں، حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ میں باہر نکل کر ان سے جنگ کروں تو میں وہ پہلا خلیفہ بننا نہیں چاہتا جو امت محمدیہ کی خونریزی کرے، اگر مکہ معظّمہ چلا جاؤں تو بھی اس کی امید نہیں کہ یہ لوگ حرم الٰہی کی توہین نہ کریں گے اور جنگ سے باز آجائیں گے، اور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کے مطابق وہ شخص نہیں بننا چاہتا جو مکہ جا کر اس کی بے حرمتی کا باعث ہوگا اور شام بھی نہیں جاسکتا کہ اپنے ہجرت کے گھر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جوار کو نہیں چھوڑ سکتا۔ (ابن حنبل ج ا:۶۷)

حضرت عثمانؓ کا گھر بہت بڑا اور وسیع تھا، دروازہ اور گھر میں صحابہ اور عام مسلمانوں کی خاصی جمعیت موجود تھی جس کی تعداد ساتھ سو تھی (ابن سعد ج ۳ ق ۱: ۴۹) اور جس کے سردار حضرت زبیرؓ کے بہادر صاحبزادہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ تھے، وہ حضرت عثمان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ امیر المومنین! اس وقت گھر کے اندر ہماری خاصی تعداد ہے، اجازت ہو تو میں ان باغیوں سے لڑوں، فرمایا اگر ایک شخص کا بھی ارادہ ہو تو میں اس کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ وہ میرے لیے اپنا خون نہ بہائے۔

گھر میں اس وقت بیس غلام تھے ان کو بھی بلا کر آزاد کر دیا، (ابن حنبل ج ۱: ۷۲) حضرت زید بن ثابت نے آ کر عرض کیا کہ امیر المومنین! انصار دروازہ پر کھڑے اجازت کے منتظر ہیں کہ وہ دوبارہ اپنے کارنامے دکھائیں، فرمایا اگر لڑائی مقصود ہے تو اجازت نہ دوں گا، (ابن سعد ج ۳: ۴۸) اس وقت میرا سب سے بڑا مددگار وہ ہے جو میری مدافعت میں تلوار نہ اٹھائے، حضرت ابوہریرہؓ نے اجازت مانگی تو فرمایا، اے ابوہریرہؓ! کیا تمہیں پسند آئے گا کہ تم تمام دنیا کو اور ساتھ ہی مجھ کو بھی قتل کر دو، عرض کیا نہیں، فرمایا کہ اگر تم نے ایک شخص کو بھی قتل کیا تو گویا سب قتل ہو گئے، (یہ سورۂ مائدہ کی آیت ٦ کی طرف اشارہ ہے) ابوہریرہؓ یہ سن کر لوٹ آئے۔

شہادت کی تیاری

حضرت عثمانؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کے مطابق یہ یقین تھا کہ ان کی شہادت مقدر ہو چکی ہے۔
(ابن حنبل ج اول: ٦٦)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد مرتبہ ان کو اس سانحہ سے خبردار کیا تھا اور صبر و استقامت کی تاکید فرمائی تھی، حضرت عثمانؓ اس وصیت پر پوری طرح قائم تھے اور ہر لحہ ہونے والے واقعہ کے منتظر تھے، جس دن شہادت ہونے والی تھی، آپ روزہ سے تھے جمعہ کا دن تھا خواب میں دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ تشریف فرما ہیں اور ان سے کہہ رہے ہیں کہ عثمان جلدی کرو، تمہارے افطار کے ہم منتظر ہیں، بیدار ہوئے تو حاضرین سے اس خواب کا تذکرہ کیا، اہلیہ محترمہ سے فرمایا کہ میری شہادت کا وقت آ گیا، باغی مجھے قتل کر ڈالیں گے، انہوں نے کہا امیر المومنین! ایسا نہیں ہو سکتا! فرمایا میں یہ خواب دیکھ چکا ہوں اور ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ "عثمانؓ آج جمعہ میرے ساتھ پڑھنا، (ابن سعد ج ۳: ۵۳ اور حاکم ج ۳: ۹۹ و ۱۰۳ میں یہ دونوں خواب مذکور ہیں اور ابن حنبل میں صرف پہلے خواب کا ذکر ہے) پھر پائجامہ جس کو کبھی نہیں پہنا تھا، منگا کر پہنا، (ابن حنبل ج اول: ۷۱) اپنے بیس غلاموں کو بلا کر آزاد کیا اور قرآن کھول کر تلاوت میں مصروف ہو گئے۔

شہادت

باغیوں نے مکان پر حملہ کردیا،حضرت امام حسنؓ جو دروازہ پر متعین تھے مدافعت میں زخمی ہوئے، چار باغی دیوار پھاند کر چھت پر چڑھ گئے،ایک شخص کنانہ بن بشر نے آگے بڑھ کر پیشانی مبارک پر لوہے کی لاٹ اس زور سے ماری کہ پہلو کے بل گر پڑے،اس وقت بھی زبان سے ''بسم اللہ توکلت علی اللہ'' نکلا سودان ابن حمران مراوی نے دوسری جانب ضرب لگائی جس سے خون کا فوارہ جاری ہوگیا،ایک اور سنگدل عمرو بن الحمق سینہ پر چڑھ بیٹھا اور جسم کے مختلف حصوں پر پے در پے نیزوں کے نو زخم لگائے،کسی شقی نے بڑھ کر تلوار کا وار کیا، وفادار بیوی حضرت نائلہ نے جو پاس ہی بیٹھی تھیں ہاتھ پر روکا،تین انگلیاں کٹ کر الگ ہوگئیں،وار نے ذوالنورینؓ کی شمع حیات بجھادی،اس بے کسی کی موت پر عالمِ امکان نے ماتم کیا،کائنات ارضی وسماوی نے خون ناحق پر آنسو بہائے ،کارکنانِ قضاوقدر نے کہا جوخون آشام تلوار آج بے نیام ہوئی ہے وہ قیامت تک بے نیام رہے گی اور فتنہ وفساد کا جو دراز ہ کھلا ہے وہ حشر تک کھلا رہے گا۔

شہادت کے وقت حضرت عثمانؓ تلاوت فرمارہے تھے،قرآن مجید سامنے کھلا تھا،اس خون ناحق نے جس آیت کو خون آلود کیا وہ یہ ہے: "فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ " خدا تم کو کافی ہے اور وہ سننے اور جاننے والا ہے۔"

جمعہ کے دن عصر کے وقت شہادت کا واقعہ پیش آیا، دو دن تک لاش بے گوروکفن پڑی رہی،حرم رسول میں قیامت برپا تھی، باغیوں کی حکومت تھی،ان کے خوف سے کسی کو اعلانیہ دفن کرنے کی ہمت نہ ہوتی تھی،سنیچر کا دن گزر کر رات کو چند آدمیوں نے ہتھیلی پر جان رکھ کر تجہیز و تکفین کی ہمت کی اور غسل دیئے بغیر اسی طرح خون آلود پیراہن میں شہید مظلوم کا جنازہ اٹھایا اور کل سترہ افراد نے کابل سے مراکش تک کے فرماں روا کے جنازہ کی نماز پڑھی،مسند ابن حنبل میں ہے کہ حضرت زبیرؓ نے اور ابن سعد میں ہے کہ حضرت جبیر بن معطمؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں اس حلیم وبردباری کے مجسمہ اور بیکسی ومظلومی کے پیکر کو سپرد خاک کیا۔

(مسند ابن حنبل ج ۱:۷۳)

حضرت عثمان کی شہادت کے بعد

صحابہ کرام اور عام مسلمانوں میں سے کوئی اس سانحہ عظمیٰ کے سننے کے لیے تیار نہ تھا اور کسی کو یہ وہم وگمان بھی نہ تھا کہ باغی اس حد تک جرأت کریں گے کہ امام وقت کے قتل کے مرتکب ہوں گے اور حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کریں گے،اس لیے جس نے اس کو سنا انگشت بدنداں رہ گیا، جو لوگ حضرت عثمانؓ کی طرز حکومت کے کسی قدر شاکی تھے انہوں نے بھی اس بیکسی اور مظلومی کی موت پر آنسو بہائے،تمام لوگوں میں سناٹا چھا گیا،خود باغی بھی جن کی پیاس اس خون سے بجھ چکی تھی،اب مآل کار کو سوچ کر اپنی حرکت

پرنادم تھے؛لیکن دشمنوں نے اسلام کے لیے سازش کا جو جال بچھایا تھا اس میں وہ کامیاب ہو چکے تھے۔

حضرت علیؓ مسجد سے نکل کر حضرت عثمانؓ کے گھر کی طرف آ رہے تھے کہ راہ میں شہادت کی اطلاع ملی، یہ خبر سنتے ہی دونوں ہاتھ اٹھا کر فرمایا، خداوندا! میں عثمان کے خون سے بری ہوں، حضرت عمرؓ کے بہنوئی سعید بن زید بن عمرو بن نفیلؓ نے کہا لوگو! اگر کوہ احد تمہاری اس بداعمالی کے سبب پھٹ کر تم پر گر پڑے تو بھی بجا ہے، حضرت حذیفہؓ نے جو صحابہ میں فتنہ وفساد کی پیشین گوئی کے سب سے بڑے حافظ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محرم اسرار تھے، فرمایا، آہ! عثمان کے قتل سے اسلام میں وہ رخنہ پڑ گیا جو اب قیامت تک بند نہ ہوگا، حضرت ابن عباسؓ نے کہا اگر تمام خلقت عثمان کے قتل میں شریک ہوتی تو قوم لوط کی طرح آسمان سے اس پر پتھر برستے، ثمامہ بن عدیؓ صحابی کو جو صنعائے یمن کے والی تھے، اس کی خبر پہنچی تو وہ رو پڑے اور فرمایا کہ افسوس! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانشینی جاتی رہی، ابوحمید ساعدہؓ نے قسم کھائی کہ جب تک جیوں گا، ہنسی کا منہ نہ دیکھوں گا، عبداللہ بن سلامؓ صحابی نے کہا، آہ! آج عرب کی قوت کا خاتمہ ہوگیا، حضرت عائشہؓ نے فرمایا، عثمانؓ مظلوم مارے گئے، خدا کی قسم! ان کا نامۂ اعمال دھلے کپڑے کی طرح پاک ہوگیا، حضرت زید بن ثابتؓ کی آنکھوں سے آنسوؤں کا تار جاری تھا، حضرت ابوہریرہؓ کا یہ حال تھا کہ جب اس سانحہ کا ذکر آجاتا تو دھاڑیں مار مار کر روتے۔

(یہ تمام الفاظ ابن سعد ج ۳ قسم اول ص ۵۵، ۵۶ میں مذکور ہیں، حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل کا فقرہ صحیح بخاری باب اسلام سعید بن زیدؓ بھی مذکور ہے، حضرت علیؓ کا فقرہ حاکم مستدرک میں بسند صحیح نقل کیا ہے)

وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین

بزم خطباء ٹیلیگرام چینل میں شامل ہونے کے لیے ٹیلیگرام کے تلاش کے خانہ میں لکھیں

@bazmekhateeb

اور شامل ہوجائیں

نوٹ: اس مواد کو تیار کرنے میں مختلف اہل علم کے مضامین سے استفادہ کیا گیا ہے اور اقتباسات نقل کیے گئے ہیں۔